2

وقت آگیا ہے کہ انگلستان اور ہندوستان آپس میں صلح کر لیں

(فرمودہ 12 جنوری 1945ء)

تشہد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

"میں نے سالانہ جلسہ کے موقع پر یہ اعلان کیا تھا کہ آئندہ آنے والے دن دنیا کے لئے نہایت ہی نازک اور سخت معلوم ہوتے ہیں اور جیسا کہ میں اڑھائی سال کا عرصہ ہوا اِس منبر پر ایک خطبہ پڑھ چکا ہوں اور اپنے بعض خواب سنا چکا ہوں دنیا میں ایک اَور جنگ کی بنیاد پڑ رہی ہے۔ میں اُس خطبہ میں کسی ملک کے نام کا اظہار تو نہ کرنا چاہتا تھا مگر غلطی سے بعض نام میرے منہ سے نکل گئے تھے۔ دنیا میں جنگوں کا سلسلہ ابھی ختم ہوتا نظر نہیں آتا بلکہ بعض عظیم الشان تغیرات اُن پیشگوئیوں کے مطابق جو بعض سابق انبیاء کی موجود ہیں اور جو رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے کیں اور جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کی ہیں اور جو شائع شدہ موجود ہیں ابھی دنیا کے لئے اَور فتنے بھی مقدر ہیں۔ میں نے ان خیالات کے ماتحت انگلستان اور ہندوستان دونوں کو نصیحت کی تھی کہ دونوں اپنے سابقہ اختلافات کو بُھلا کر باہم سمجھوتہ کرنے کی کوشش کریں۔ اس میں شبہ نہیں کہ میرا ایسی نصیحت کرنا اِس زمانہ میں جبکہ ہماری جماعت ایک نہایت قلیل جماعت ہے بالکل ایک بے معنی سی چیز نظر آتی ہے۔ میری

آواز کا نہ ہندوستان پر اثر ہو سکتا ہے اور نہ انگلستان پر اثر ہو سکتا ہے۔ ہندوستان تک تو ایک حد تک میری یہ آواز پہنچ بھی سکتی ہے۔ گو زبردست طاقتیں اور زبردست قوتیں اسے سن کر ہنس دیں گی اور کہیں گی کہ لوجی مینڈکی کو بھی زکام ہو گیا۔ یہ چھوٹی سی جماعت جس کی تعداد چند لاکھ سے زیادہ نہیں ہندوستان کو نصیحت کرنے نکلی ہے۔ لیکن انگلستان تک تو میری آواز شاید پہنچنی بھی مشکل ہے۔ سوائے اس کے کہ ہمارے انگلستان کے مبلغ کے ذریعہ کسی حد تک پہنچ سکے۔ مگر میں نے یہ باتیں اس لئے بیان کر دی تھیں کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو ارشاد فرمایا ہے کہ تو اپنی باتیں لوگوں کو سنا دے [1] اِس سے اَور نہیں تو ان پر حجت تمام ہو جائے گی۔ سو میں نے بھی یہ باتیں اس لئے بیان کر دیں تا خدا تعالیٰ کی طرف سے دنیا پر حجت تمام ہو جائے اور لوگ یہ نہ کہہ سکیں کہ انہیں وقت پر خطرات سے آگاہ نہیں کیا گیا اور وقت پر صحیح طریق اختیار کرنے کی نصیحت نہیں کی گئی۔ اور دوسرے یہ باتیں میں نے اس لئے بیان کر دی تھیں کہ قرآن کریم نے یہ بھی فرمایا ہے کہ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ [2] بعض دفعہ کمزور آوازیں بھی اثر پیدا کر دیا کرتی ہیں اور بعض دفعہ اس سے بھی لوگ نصیحت حاصل کر لیا کرتے ہیں۔ خدائی جماعتیں تبلیغی جماعتیں ہوتی ہیں۔ پس اگر ہماری جماعت کے لوگ بیعت کے صحیح مفہوم کو سمجھیں اور اپنے فرائض کو ادا کرنے کا خیال رکھیں تو ضروری ہے کہ امام کی آواز کو ہر احمدی خواہ وہ ہندوستان کا رہنے والا ہو یا انگلستان کا یا امریکہ کا یا افریقہ کا اور یا کسی اَور ملک کا دہرانے لگے گا اور اپنے اپنے حلقہ میں اسے پھیلانے کی پوری کوشش کرے گا اور جب ہر احمدی ایسا کرے گا تو لازمی بات ہے کہ وہ آواز ہزاروں لاکھوں سے گزر کر کروڑوں انسانوں کے کانوں تک پہنچے گی۔ اور ہماری جماعت ہندوستان میں بھی ہے، پنجاب کے اضلاع میں بھی کثرت سے ہے، سندھ میں بھی ہے، صوبہ سرحد میں بھی ہے، یوپی، بہار، سی۔پی، بمبئی، مدراس میں بھی ہے، اڑیسہ میں بھی ہے، بنگال میں بھی ہے اور آسام میں بھی ہے، مختلف ریاستوں میں بھی ہے۔ کسی میں کم اور کسی میں زیادہ۔ اور میری آواز کا اثر اگر غیروں پر نہیں ہو سکتا تو اپنی جماعت کے لوگوں پر تو ہو سکتا ہے اور جب جماعت کے لوگ جو ملک کے مختلف صوبوں اور ریاستوں میں پھیلے ہوئے ہیں اگر دیانتداری سے اپنے فرضِ بیعت کو ادا

کرنے والے ہوں۔ اگر ان کے تعلقات مخلصانہ ہوں اور وہ وہی آواز دہرائیں جو میرے منہ سے نکلے تو وہ آواز یقیناً لاکھوں انسانوں سے گزر کر کروڑوں کے کانوں تک پہنچ سکتی ہے۔

پھر ہمارے مبلغ اور ہماری جماعت انگلستان میں بھی ہے اور یونائیٹڈ سٹیٹس آف امریکہ میں بھی مبلغ اور جماعت ہے۔ جنوبی امریکہ میں مبلغ بھی اور جماعت بھی ہے۔ فلسطین میں بھی، شام میں بھی اور مصر میں بھی ہماری جماعت ہے۔ عراق میں بھی جماعت ہے، سوڈان میں بھی ہماری جماعت ہے۔ مغربی افریقہ کے تین اہم ملکوں میں بھی ہے اور مشرقی افریقہ کے تین اہم ملکوں میں بھی جماعت ہے۔ اور مختلف جزیروں میں بھی ہماری جماعتیں قائم ہیں۔ اور اگر یہ مبلغ اور یہ جماعتیں اپنے فرائض کو صحیح طور پر ادا کرنے والے ہوں تو میری آواز دنیا کے ہر ملک میں پہنچ سکتی ہے۔ مبلغ دراصل امام کا لاؤڈ سپیکر ہوتا ہے۔ جس طرح میری یہ آواز دور دور بیٹھے ہوئے لوگوں تک یوں تو نہیں پہنچ سکتی مگر یہ آلہ پہنچا دیتا ہے اِسی طرح مبلغ بھی امام کی آواز کو اُن لوگوں تک پہنچانے والا ہوتا ہے جن تک وہ براہ راست نہیں پہنچ سکتی۔ اور اگر ہمارے مبلغ اپنے فرض کو سمجھیں اور یہ محسوس کریں کہ مبلغ ہونے کی حیثیت سے ہم پر یہ ذمہ داری ہے کہ امام جماعت کے منہ سے جو الفاظ نکلیں ان کو ہر چھوٹے بڑے تک پہنچا دیں اور اس میں زیادہ سے زیادہ اثر پیدا کرنے کی کوشش کریں تو میری آواز کا ہر جگہ پہنچنا آسان ہو جاتا ہے۔

وقت آ گیا ہے کہ انگلستان، برٹش ایمپائر کے دوسرے ممالک بالخصوص ہندوستان کے ساتھ زیادہ سے زیادہ میل جول رکھنے اور اس کے ساتھ صلح کرنے کے لئے پرانے جھگڑوں کو بُھلا دے اور دونوں مل کر دنیا میں آئندہ ترقیات اور امن کی بنیادوں کو مضبوط کریں اور اسی وجہ سے میں نے یہ اعلان کیا تھا۔ نہ اس لئے کہ ایک قلیل جماعت کا امام ہونے کے باوجود مجھے یہ خیال تھا کہ لوگ مجھے بڑا آدمی سمجھتے ہوئے میری نصیحت کی طرف توجہ کریں گے اور آج پھر میں اِسی مضمون کی طرف ان دونوں ممالک کو توجہ دلانا چاہتا ہوں۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ مضمون بار بار دہرائے جانے کے قابل ہے کیونکہ دنیا کی آئندہ بہتری کا بڑا انحصار اِسی بات پر ہے۔ جہاں تک ہماری جماعت کے انگریزوں سے تعلقات کا سوال ہے لوگ ہمیں انگریزوں کا خوشامدی کہتے ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ ہم ایسے نہیں۔ مگر ہم اللہ تعالیٰ کے خوشامدی

ضرور ہیں۔ اور جب خدا تعالیٰ کی حکمتیں اس کی مقتضی ہوں اور دنیا کی ترقیات اور دنیا کا امن انگریزوں سے وابستہ ہو اور جب خدا تعالیٰ نے اس قوم کی کمزوریوں کے باوجود اس میں بہت سی خوبیاں رکھی ہوں تو ہم خدا تعالیٰ کی باتوں کو کیسے ردّ کر دیں اور ان کی طرف سے اندھے کس طرح بن جائیں۔ ہماری جماعت کا تعاون ہمیشہ حکومتوں کو حاصل رہا ہے خصوصاً انگلستان کو۔ کیونکہ ہم نے قرآن کریم کی تعلیم سے یہی سمجھا ہے کہ اپنے ملک کی حکومت سے تعاون کرنا چاہیے۔ اس کی راہ میں ہمارے لئے مشکلات بھی پیدا ہوئیں، ہمیں نقصان بھی پہنچے مگر جماعت نے بالعموم ہر حکومت سے تعاون ہی کیا ہے۔

پس ہماری جماعت کا سوال نہیں۔ دوسروں کے جذبات اور احساسات کو مدنظر رکھتے ہوئے مَیں انگلستان کو یہ نصیحت کرنا ضروری سمجھتا ہوں خواہ میری یہ نصیحت ہوا میں ہی اُڑ جائے۔ اور اب تو ہوا میں اُڑنے والی آواز کو بھی پکڑنے کے سامان پیدا ہو چکے ہیں۔ یہ ریڈیو ہوا میں سے ہی آواز کو پکڑنے کا آلہ ہے۔ پس مجھے اس صورت میں اپنی آواز کے ہوا میں اُڑ جانے کا بھی کیا خوف ہو سکتا ہے۔ جبکہ ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ میری ہوا میں اڑنے والی آواز کو بھی لوگوں کے کانوں تک پہنچا دے۔ پس میں انگلستان کو نصیحت کرتا ہوں کہ اے انگلستان! تیرا فائدہ ہندوستان سے صلح کرنے میں ہے۔ خدا تعالیٰ کا منشاء یہی ہے کہ تم دونوں مل کر کام کرو اور دونوں مل کر دنیا میں امن قائم کرو، دونوں مل کر دنیا میں صحیح آزادی کو قائم کرو۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بِلا وجہ ہندوستان میں نہیں بھیجا بلکہ اس لئے بھیجا ہے کہ وہ اس ملک سے بڑے بڑے کام لینا چاہتا ہے۔ بے شک یہ ملک ابھی تک حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی روحانی غلامی سے محروم ہے اور مذہبی طور پر ہمارے مخالف اس میں کثرت سے ہیں۔ مگر اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بِلا وجہ اس ملک میں نہیں بھیجا۔ یہ ملک جلد یا بدیر، آج نہیں تو کل ضرور آپ کی غلامی میں آنے والا ہے۔ اس ملک کے لوگ خواہ وہ ہندو ہوں یا مسلمان یا کسی اَور قوم و مذہب کے ساتھ تعلق رکھنے والے ہوں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف آنے والے ہیں۔ اور ضرور آکر رہیں گے اور دنیا کی کوئی طاقت ان کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے جدا نہیں رکھ سکے گی۔ یہ

ملک ایک عظیم الشان مرتبہ کو پہنچنے والا ہے اور اسے ایسی عزت ملنے والی ہے جو ہندوستانیوں کو خواب میں بھی اس سے پہلے نصیب نہیں ہوئی بلکہ یہ ملک ایسی ترقیات حاصل کرنے والا ہے جسے کسی اَور قوم نے خواب میں بھی نہیں دیکھا۔ دنیا کی آئندہ ترقیات اس ملک کے ساتھ وابستہ ہیں۔ پس اے انگلستان! تجھے خدا تعالیٰ نے موقع دیا ہے کہ تُو اس ملک کے ساتھ صلح کر لے اور ان ترقیات میں حصہ لے اور برکات کا وارث ہو۔ تجھ پر صدیوں اللہ تعالیٰ نے رحمتیں کی ہیں۔ مگر گزشتہ صدیاں تو خواب ہو جایا کرتی ہیں۔ تیرے لئے موقع ہے کہ تُو آئندہ صدیوں میں اپنے لئے اللہ تعالیٰ کی رحمتیں حاصل کرنے کی بنیاد رکھ لے تا تجھ پر اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کا سلسلہ ٹوٹنے نہ پائے۔ ایک خوش ہندوستان انگلستان کے لئے بہت بڑی برکت اور بہت بڑی طاقت کا موجب ہے۔ خوش ہندوستان میں انگلستان کے لئے امن کے زمانہ میں ایسی وسیع منڈیاں ہیں کہ اسے کہیں اَور ایسی وسیع منڈیاں حاصل نہیں ہو سکتیں۔ اور جنگ کے زمانہ میں انگلستان کو اتنی بڑی فوج کہیں سے بھی نہیں مل سکتی جتنی خوش ہندوستان دے سکتا ہے۔

عام طور پر کسی ملک کی فوجی طاقت دس بارہ فیصدی سمجھی جاتی ہے۔ مگر ہندوستان چونکہ مدتوں اسلحہ سے محروم رہا ہے اور فوجی روح عام طور پر یہاں مفقود ہے اس لئے اگر 12 فیصدی نہیں چھ فیصدی ہی سمجھیں تو اگر ہندوستان خوشی کے ساتھ تعاون کرے اور اپنے فوائد انگلستان کے فوائد کے ساتھ اور اپنی امنگیں اس کی امنگوں کے ساتھ وابستہ سمجھے تو چالیس کروڑ کی آبادی میں سے دو کروڑ چالیس لاکھ سپاہی دے سکتا ہے۔ اور اتنے سپاہی دنیا کا اور کوئی ملک نہیں دے سکتا اور کوئی حکومت اتنی بڑی فوج بہم نہیں پہنچا سکتی۔ پس ہندوستان بے شک انگلستان کے بادشاہ کے تاج کا کوہ نور ہیرا ہے مگر انگلستان کو چاہیے کہ وقت سے پہلے پہلے اس ہیرے پر پوری طرح قبضہ کر لے مگر محبت اور صلح کے ساتھ اور ہندوستان کو خوش کر کے۔

دوسری طرف میں ہندوستان کو بھی یہی نصیحت کرتا ہوں کہ وہ بھی انگلستان کے ساتھ اپنے پرانے اختلافات کو بُھلا دے۔ لوگ ہمیں خواہ انگریزوں کا خوشامدی کہیں خواہ چاپلوسی کرنے والے کہیں مگر اس امر کا انکار نہیں کیا جا سکتا اور یہ ایک سچائی ہے کہ انگلستان جیسا نرمی کا معاملہ اپنے ساتھ والے ملک سے کرتا ہے اس کی مثال سوائے امریکہ کے اَور کہیں نہیں مل سکتی۔

ہم نے اَور ملکوں کو پھر کر دیکھا ہے اور ہمارے مبلغوں نے دوسری حکومتوں کو دیکھا ہے یہ ایک حقیقت ہے کہ سوائے امریکہ کے کوئی اَور حکومت ایسی نہیں جس کے ماتحت لوگوں کو ایسے آرام اور سُکھ کے سامان میسر ہوں جیسے برطانیہ کے ماتحت ہیں۔ پس میں ہندوستان کو یہ نصیحت کرتا ہوں کہ اے ہندوستان! پیشتر اس کے کہ تیرے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے جائیں، تُو ظالم بھیڑیوں کا شکار ہو جائے یا تیرے کُھلے دروازوں میں سے غنیم 3 اندر گھس آئے تُو انگلستان کی طرف صلح کا ہاتھ بڑھا کہ یہی ملک ہے جو تیری سب سے زیادہ مدد کر سکتا ہے۔ تیری آزادی اور تیری حفاظت کے لئے اتنی قربانی کر سکتا ہے جتنی اس سے دُگنی آبادی رکھنے والے ممالک بھی کبھی کرنے کو تیار نہیں ہو سکتے۔ تاریخ میں اس کی بہت ہی کم مثالیں ہیں کہ انگلستان نے کبھی اپنے ساتھیوں کو چھوڑا ہو۔ کہا جاتا ہے کہ وہ فوائد اُٹھاتا ہے مگر دنیا میں کون ہے جو فائدہ نہیں اٹھاتا؟ کیا دوست دوست سے فوائد نہیں حاصل کرتے؟ کیا مائیں اپنے بچوں سے فوائد حاصل نہیں کرتیں؟ کیا باپ اپنے بیٹوں سے اور بھائی بھائیوں سے فوائد حاصل نہیں کرتے؟ اور جب دوست دوست سے، ماں باپ اولاد سے اور بھائی بھائیوں سے فائدہ اٹھاتے ہیں تو اگر انگلستان نے ایمپائر کے دوسرے ممالک سے فوائد حاصل کر لئے تو اس میں اعتراض کی کیا بات ہے۔ اگر ہر قوم اور ہر ملت میں دوست دوست سے، ماں باپ اولاد سے اور بھائی بھائی سے فائدہ اٹھاتا ہے تو اگر انگلستان اپنے ساتھ والے ملکوں سے فائدہ اٹھاتا ہے تو اس پر اس وجہ سے کوئی اعتراض نہیں کیا جا سکتا۔ بے شک وہ فائدہ اٹھاتا ہے مگر فائدہ پہنچاتا بھی تو ہے۔ اور یہ ایک حقیقت ہے کہ خطرہ کی حالت میں جس قسم کی مدد اپنے ساتھ والے ملکوں کی انگلستان نے کی ہے کبھی کسی نے نہیں کی۔ انگلستان ہر دفعہ ایسی ہی جنگ میں کُودا ہے کہ جس میں سے اس کے بچ نکلنے کے امکانات بہت کم ہوتے تھے۔ مگر ہمیشہ خدا تعالیٰ نے غیر معمولی طاقتوں سے اس کی مدد کی ہے اور اسے بچا لیا ہے۔

میں نے انگریزوں کے بعض مخالفوں کے سامنے یہ بات پیش کی ہے کہ اَور باتوں کو جانے دو صرف اِتنی ہی بات بتاؤ کہ اس کی وجہ کیا ہے کہ گزشتہ کئی صدیوں میں جب بھی انگلستان کسی جنگ میں کُودا وہ ایسے خطرات میں مبتلا ہو گیا کہ اس کے مارے جانے میں بہت کم

شبہ باقی رہا مگر پھر ایسے غیر معمولی حوادث پیدا ہوئے کہ وہ بچ گیا۔ اگر اللہ تعالیٰ اس کی مدد نہیں کرتا تو یہ غیر معمولی حوادث کیونکر پیش آجاتے رہے ہیں۔ اسی لڑائی میں دیکھ لو۔ فرانس کے کُچلے جانے کے بعد اگر ہٹلر انگلستان پر حملہ کر دیتا تو انگلستان کے پاس اپنی حفاظت کا کوئی سامان نہ تھا حتّٰی کہ رائفلیں بھی پوری نہ تھیں۔ اور جس طرح انگریزی فوج کی پرانی رائفلیں بعض اوقات حکومت ریاستی فوجوں کو دے دیتی ہے یا پٹھانوں کے پاس فروخت کر دی جاتی ہیں اسی طرح اس انگلستان نے جو اسلحہ میں دنیا کی رہبری کر رہا تھا امریکہ سے پرانی مستعمل اور متروک رائفلیں قرض مانگیں۔ اور اس قسم کا نظارہ تاریخ میں اس سے پہلے کوئی نظر نہیں آتا۔ اور اس کی کوئی وجہ سمجھ میں نہیں آسکتی کہ ہٹلر نے اس وقت کیوں انگلستان پر حملہ نہ کیا۔ وہ کس چیز سے ڈر رہا تھا کہ حملہ نہیں کرتا تھا۔ کہتے ہیں وہ برطانوی بحری بیڑے سے ڈرتا تھا مگر یہ بیڑا خود اس کے بعد جن حالات سے گزرا ہے اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ یہ جرمنوں کو روکنے کے لئے کافی طاقتور نہ تھا۔ یہ صرف وہ رعب اور ڈر تھا جو خدا تعالیٰ نے ہٹلر کے دل میں پیدا کر دیا اور جس کی وجہ سے اس نے انگلستان پر حملہ کرنے کی جرأت نہ کی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انگلستان سے ایک بہت بڑا کام لینا ہے۔ جب تک یہ اس کام کو نہ کر لے گا خدا تعالیٰ اسے کمزور نہ ہونے دے گا۔ الٰہی نوشتوں نے ازل سے اس کے ذمہ ایک اتنا بڑا کام لگایا ہے کہ جتنا بڑا کام آج تک اس نے نہیں کیا۔ اور جب تک وہ اس کام کو نہ کر لے گا کوئی طاقت اسے تباہ نہیں کر سکتی۔ اور اس کام کے کر لینے کے بعد امید ہے کہ اللہ تعالیٰ جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے دعائیں کی ہیں اور آپ کی پیشگوئیاں بھی ہیں اسے سچا مذہب اختیار کرنے کی توفیق دے دے گا۔ اور پھر آئندہ صدیوں تک اس طرح اسے ایک نئی زندگی مل جائے گی۔

پس یہ خیال کہ انگلستان اپنے ساتھی ممالک کے ساتھ خود غرضی کے ماتحت سلوک کرتا ہے غلط ہے۔ بے شک وہ ان ممالک سے فائدہ اٹھاتا ہے مگر کون ہے جو فائدہ نہیں اٹھاتا۔ اپنے فائدہ کو تو ہر کوئی مدنظر رکھتا ہے۔ اگر ہندوستان کا تاجر انگلستان کے کسی تاجر سے کوئی چیز منگواتا ہے تو کیا اس لئے منگواتا ہے کہ نقصان اٹھائے؟ وہ اس لئے منگواتا ہے کہ اسے فائدہ حاصل ہو۔ اور انگلستان کا تاجر اگر بھیجتا ہے تو اس لئے کہ اُسے فائدہ ہو۔ دونوں کے مدنظر

فائدہ ہوتا ہے۔ پس یہ کوئی اعتراض کی بات نہیں دونوں کو چاہیے کہ اس امر کو یاد رکھیں کہ صلح اور جنگ دونوں صورتوں میں جو فوائد انگلستان کو ہندوستان سے پہنچ سکتے ہیں وہ کسی اَور ملک سے نہیں پہنچ سکتے۔ اور ہندوستان کو جو مدد انگلستان سے مل سکتی ہے وہ کسی اَور ملک سے نہیں مل سکتی۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ ہندوستان بغیر ایک زبردست طاقت کی مدد کے ابھی اپنے پاؤں پر کھڑا نہیں ہو سکتا۔ ابھی اسے دسیوں سال چاہئیں اپنے پاؤں پر کھڑا ہونے کے لئے۔

پس مَیں پھر دونوں کو نصیحت کرتا ہوں باوجود یہ جاننے کے کہ اس معاملہ میں میری نصیحت ہوا میں اُڑنے والی چیز ہے۔ مگر اس بات پر یقین رکھتے ہوئے کہ کبھی ایک کمزور آواز بھی اثر پیدا کر دیا کرتی ہے۔ اور پھر اس بات پر یقین رکھتے ہوئے کہ سچی بات کا پہنچانا اس لئے بھی ضروری ہے کہ تا قوموں پر حُجت تمام ہو سکے۔ اور بعد میں ان کے دلوں میں ندامت اور شرمندگی پیدا ہو کہ وقت پر ہم نے نصیحت کو کیوں نہ مانا۔ میں پھر یہ آواز اٹھاتا ہوں کہ انگلستان اور ہندوستان اپنے اختلافات بُھلا کر آپس میں جلد از جلد صلح کر لیں۔ یہ صحیح ہے کہ ہماری جماعت کو سیاسیات سے کوئی واسطہ نہیں مگر یہ بات جو میں اب کہنے لگا ہوں سیاسی نہیں بلکہ اخلاقی ہے۔ اور دنیا میں صلح اور امن کی بنیادوں کے قائم ہونے کا موجب ہے۔ دنیا میں صلح کی سکیم اُس وقت تک مکمل نہیں ہو سکتی جب تک کہ ہندوستان کی مختلف قومیں آپس میں صلح نہ کر لیں۔ اگر انگلستان ہندوستان سے صلح کرنا بھی چاہے تو موجودہ صورت میں کس سے کرے۔ کیا ہندوؤں سے وہ صلح کرے؟ مگر کیا مسلمان ہندوستان کے باشندے نہیں ہیں؟ پھر کیا وہ مسلمانوں سے صلح کرے؟ تو کیا ہندو اس ملک میں نہیں رہتے؟

پس ضروری ہے کہ ہندوستان کی مختلف قومیں آپس میں صلح کریں۔ مسلمان و ہندو، کانگرس و مسلم لیگ اور دوسری سیاسی پارٹیاں پہلے آپس میں صلح کریں۔ موجودہ حالات میں ہندوستان کی قوموں کے آپس میں اختلافات ایسی شدت اختیار کر چکے ہیں کہ دماغوں کو سکون نصیب نہیں اور جب صلح کے سوال پر غور کرنے کے لئے بیٹھتے ہیں تو غصہ میں آجاتے ہیں۔ اختلافات اتنے شدید ہیں کہ ان کو دور کرنا ہر قوم کو موت نظر آتا ہے۔ مگر بعض اہم زندگیاں بعض اعلیٰ درجہ کی زندگیاں اور بعض پائیدار زندگیاں موت سے گزرنے کے بعد ہی حاصل

ہوا کرتی ہیں۔ یعنی جب تک ہندوستان کی مختلف قومیں اس موت کو قبول نہ کریں گی انہیں دائمی اور پائیدار زندگی حاصل نہیں ہو سکتی۔

کیا ابھی وقت نہیں آیا کہ ہندوستان کے رہنے والے یہ محسوس کریں کہ خدا تعالیٰ نے ان کے لئے ترقی کے رستے کھول دیئے ہیں۔ اگر وہ آج ان سے فائدہ اٹھائے تو اسے ایسی قوت حاصل ہو سکتی ہے کہ اس کی آواز دنیا میں زیادہ سے زیادہ وزنی قرار دی جانے والی آواز بن سکتی ہے۔ وہ موقع ترقیات کا جو آج ہندوستان کو مل رہا ہے وہ اس ملک کے پہلے لوگوں کو کبھی نصیب نہیں ہوا۔ صرف ہاتھ لمبا کرنے کی دیر ہے اور اس امر کی ضرورت ہے کہ ہاتھ کی وہ انگلیاں جو ٹوٹی ہوئی ہیں ایک دوسری کے ساتھ جڑ جائیں۔ اِس وقت تو یہ حالت ہے کہ اگر ہندوستان کو ایک ہاتھ قرار دیا جائے تو اس کی انگلیاں ٹوٹی ہوئی ہیں۔ ہندو، مسلمان، سکھ، عیسائی اور دوسری قومیں اس ہاتھ کی انگلیاں ہیں جو ٹوٹی ہوئی ہیں۔ اور تم کسی چیز کو انگلیوں کے بغیر نہیں پکڑ سکتے۔ انگلیوں پر بغیر کسی دوسرے کی مدد سے تم کسی چیز پر بوجھ تو ڈال سکتے ہو مگر کسی چیز کو پکڑ نہیں سکتے۔ پکڑنا اور گرفت کرنا انگلیوں کے بغیر ممکن نہیں۔ جب تک تمام انگلیاں ہتھیلی کے ساتھ جڑ نہ جائیں اِس ملک کو وہ عظیم الشان کامیابیاں حاصل نہیں ہو سکتیں جو سامنے دکھائی دے رہی ہیں اور صرف ہاتھ بڑھانے سے حاصل ہو سکتی ہیں۔ اِس وقت ہندوستان میں جو سیاسی فساد پھیلا ہوا ہے وہ ہم پر بھی اثر انداز ہوتا ہے گو ہماری جماعت سیاسی جماعت نہیں ہے اِس وقت پنجاب میں ہندو مسلم اختلافات کے علاوہ مسلمانوں میں آپس میں بھی اختلافات ہیں۔ مسلم لیگ اور زمیندارہ لیگ کا ایک نیا جھگڑا شروع ہو گیا ہے گویا پہلے جو اختلافات تھے وہ کافی نہ تھے۔ اتحاد کا جامہ جتنا چاک تھا اب اس کی دھجیاں اَور بھی اڑائی جارہی ہیں۔ وہ دھجیاں ہماری تسلی کا موجب نہیں ہو سکتی تھیں۔ جب تک کہ جامہ کی تار تار الگ نہ ہو جائے اور اتحاد کے سُوت کا ہر دھاگا علیحدہ علیحدہ نہ ہو جائے اُس وقت تک چین نہیں آسکتا تھا۔ زمانہ تو یہ تھا کہ ہندو مسلمان اور دوسری قومیں بھی ایک دوسرے سے صلح کر لیتیں۔ مگر ہو یہ رہا ہے کہ مسلمان مسلمان آپس میں لڑ رہے ہیں اور اسی طرح خواہ اوپر سے نظر نہ آئے ہندو ہندو بھی آپس میں پھٹ رہے ہیں۔ اور اتحاد کی طرف قدم اٹھانے کے بجائے اختلافات کو بڑھایا جارہا ہے۔

ہماری جماعت مذہبی جماعت ہے اور ہمارا کام سیاسی خیالات کو تقویت دینا نہیں بلکہ یہ ہے کہ اگر سیاست کے خیالات ہمارے دل میں پیدا ہوں تو ان کو کُچل دیں۔ مگر ہم پر بھی یہ اختلافات اثر انداز ہوئے بغیر نہیں رہتے۔ ہماری جماعت اللہ تعالیٰ کے فضل سے چاروں طرف پھیلی ہوئی ہے۔ ایک طرف سے مجھے خط آتا ہے کہ بعض لوگ آتے اور ہم پر زور دیتے ہیں کہ مسلم لیگ میں شامل ہو جاؤ۔ بتائیں ہم کیا جواب دیں؟ اور دوسری طرف سے خط آتا ہے کہ سرکاری افسر بلاتے ہیں وزراء آتے ہیں اور زور دیتے ہیں کہ زمیندارہ لیگ میں شامل ہو جاؤ۔ ہم ان کو کیا جواب دیں؟ گویا ہم سیاسیات سے بھاگتے ہیں اور سیاسیات ہماری طرف بھاگی آتی ہیں۔ بعض دفعہ انگریز حکام نے مجھ سے کہا ہے کہ آپ کی جماعت کو سیاسیات سے کیا واسطہ؟ کشمیر کی تحریک کے دنوں میں لارڈ ولنگڈن نے خود مجھے کہا کہ آپ کی جماعت مذہبی ہے آپ کو سیاسیات سے کیا واسطہ ہے؟ اور اس میں شک نہیں کہ ہماری جماعت مذہبی جماعت ہے اور خدا کرے کہ ہماری توجہات اور کسی طرف نہ پھریں۔ ہم اگر کسی اَور طرف متوجہ ہوں تو یہ بہت بڑی کمزوری ہو گی۔ بلکہ بڑی غداری اور بے ایمانی ہو گی اگر ہم اپنی توجہات کو کسی اَور طرف پھیریں۔ مگر ہم اس بات کا کیا علاج کریں کہ ہم بھی اِسی دنیا میں رہتے ہیں۔ اور ہماری مثال وہی ہے جو کہتے ہیں کہ دو آدمی نہر کے کنارے جا رہے تھے ایک نے کہا وہ دیکھو کسی کا کمبل نہر میں گر گیا ہے اور بہتا جا رہا ہے۔ دوسرے نے اسے پکڑنے کے لئے نہر میں چھلانگ لگا دی کہ اسے لے آئے۔ مگر اس کی بد قسمتی سے وہ کمبل نہ تھا بلکہ سردی سے ٹھٹھرا ہوا ریچھ تھا جو بہا جا رہا تھا اور اس کی کھال تھی جسے کمبل سمجھ لیا گیا۔ اس آدمی نے جب اسے پکڑ کر کھینچنا چاہا تو بجائے اِس کے کہ وہ اُس کی طرف کھنچتا ریچھ نے اسے اپنی طرف کھینچنا شروع کر دیا۔ جب دیر ہو گئی تو اس کے ساتھی نے آواز دی کہ اگر کمبل نہیں کھنچا جاتا تو اسے چھوڑ دو اور واپس آ جاؤ سفر خراب ہوتا ہے۔ اس پر اس ساتھی نے کہا کہ میں تو کمبل کو چھوڑتا ہوں مگر کمبل مجھے نہیں چھوڑتا۔ یہی حالت ہماری ہے ہم تو سیاسیات کو چھوڑتے ہیں مگر وہ ہمیں نہیں چھوڑتیں۔ ہمارے آدمی مختلف مقامات پر رہتے ہیں کبھی مسلم لیگ والے آ کر ان کی گردن پکڑتے اور کہتے ہیں کہ ہمارے ساتھ مل جاؤ اور کبھی زمیندارہ لیگ والے آ کر ان کو کھینچتے ہیں کہ ہم میں

شامل ہو جاؤ۔ اور اس کا علاج یہی ہے کہ ان میں باہم صلح ہو جائے اور ہم کہیں کہ تم اپنے گھر میں خوش رہو اور ہمیں آرام سے تبلیغ کا کام کرنے دو۔ جب تک یہ صلح نہ ہو گی ہمارے دوستوں کے لئے جو مختلف دیہات و قصبات اور شہروں میں رہتے ہیں مصیبت ہی مصیبت ہے۔ اِس وقت تو یہ حالت ہے کہ ہم تو کمبل کو چھوڑتے ہیں مگر کمبل ہمیں نہیں چھوڑتا۔

پس میں نے جو آواز بلند کی ہے اگر کوئی احمدی اپنے حلقہ میں کوئی رسوخ رکھتا ہے تو اسے یہی کام کرنا چاہیے کہ اِسی آواز کو بلند کرے اور ہر ایک سے کہے کہ آپس میں صلح کر لو یہ لڑائی کے دن نہیں ہیں۔ اور خوش قسمت ہے وہ شخص جسے کوئی رسوخ حاصل ہو اور وہ اس سے کام لے کر صلح کرانے کی کوشش کرے۔ جو کوئی اس کام میں ہاتھ ڈالے گا میری دعائیں اُس کے ساتھ ہوں گی اور وہ اللہ تعالیٰ کی برکتوں کا وارث ہو گا۔ ہمیں خود بھی ملک میں ایسی فضا کی ضرورت ہے جو سکون کی فضا ہو اور جو ہماری تبلیغی سکیم کی کامیابی میں مُمد ہو سکے۔ وہ زمانہ اب گزر گیا جب مذہبی جماعتیں ہمیں اپنی طرف متوجہ کرتی تھیں۔ اب اللہ تعالیٰ نے ہمارے تبلیغ کے دائرہ کو اتنا وسیع کر دیا ہے کہ دشمن کے ہاتھ وہاں تک نہیں پہنچ سکتے۔ اب اللہ تعالیٰ نے سب جگہ تبلیغ کے رستے کھول دیئے ہیں اور ہم اب ایک سمجھدار جرنیل کی طرح جو جب دیکھتا ہے کہ ایک محاذ پر دشمن کا مقابلہ شدت اختیار کر گیا ہے تو دوسری طرف اپنا حملہ تیز کر دیتا ہے کام کر سکتے ہیں۔ جب ایک جگہ دشمن حملہ کرے تو ہم رُخ دوسری طرف بدل سکتے ہیں تو یوں ہمیں تبلیغی لحاظ سے مشکلات نہیں ہیں۔ اب نئی قسم کی مشکلات پیش آ رہی ہیں۔ اور وہ یہ کہ ہر ایک ہم کو اپنی طرف کھینچتا ہے۔ اور جب ہم اس کی طرف نہیں جاتے تو وہ ناراض ہوتا اور ہم کو کمّی قرار دیتا ہے۔ حالانکہ مذہبی لحاظ سے اس میں کوئی شرم کی بات نہیں اور کوئی ہتک نہیں کہ ہم کہیں ہم تو ہر ایک کے کمّی ہیں اور ہر ایک کی خدمت کرنا ہمارا کام ہے۔ ہم زمیندارہ لیگ کے بھی کمّی ہیں اور مسلم لیگ کے بھی کمّی ہیں۔ ہم کانگرس والوں کے بھی کمّی ہیں اور ہندو مہاسبھا والوں کے بھی اور سکھوں و عیسائیوں کے بھی۔ کیونکہ خدا تعالیٰ نے ہمیں سب کی خدمت کے لئے پیدا کیا ہے اور اس میں ہمارے لئے عزت ہے کہ سب کی خدمت کریں۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ایک پرانے صحابی جو ایک زمانہ دیکھے

ہوئے تھے اور زمانہ شناس تھے یعنی مولوی برہان الدین صاحب ایک دفعہ گاڑی میں سوار ہونے لگے۔ وہ سادہ طریق کے آدمی تھے معمولی تہہ بند باندھا کرتے تھے اور پھٹا سا کُرتہ اور اوپر معمولی سی لوئی اوڑھے ہوتے تھے۔ گاڑی میں بھیڑ بہت تھی وہ سوار ہونے لگے تو لوگوں نے روکا۔ انہوں نے کہا کہ تھوڑی دور جانا ہے جلدی اُتر جاؤں گا سوار ہو لینے دو۔ آخر لوگوں نے انہیں سوار ہونے دیا۔ جب وہ سوار ہو گئے تو کسی نے ان سے پوچھا کہ تم کون ہو؟ انہوں نے کہا ہم تو سب کے کمّی ہیں۔ اس کا مطلب تو یہ تھا کہ ہم احمدی ہیں اور ہمارا کام یہ ہے کہ ہر ایک کی خدمت کریں۔ مگر لوگوں نے سمجھا کہ شاید یہ شخص چوہڑا ہے اور ہندوؤں کو چوہڑوں وغیرہ ادنیٰ درجہ کے لوگوں سے جو نفرت ہے وہ سب کو معلوم ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ سب ہندو یہ لفظ سنتے ہی دُور دُور کِھسک گئے اور تمام بنچ خالی ہو گیا اور مولوی برہان الدین صاحب بڑے مزے سے سوتے ہوئے اپنی منزلِ مقصود کو پہنچ گئے۔ تو یہ حقیقت ہے کہ ہماری عزت اور ہماری ترقی دنیا کی خدمت میں ہی ہے۔ ہمیں روحانی طور پر دنیا کی خدمت کے لئے ہی پیدا کیا گیا ہے۔ ہمارا کام یہ ہے کہ اپنے آپ کو بھی اور دنیا کے دوسرے لوگوں کو بھی اللہ تعالیٰ کے ساتھ ملا دیں تا دنیا کے لوگوں کے دلوں سے ظلم اور تاریکی دور ہو اور ہمارے اپنے دلوں سے بھی دور ہو۔ ہماری کوشش یہی ہونی چاہیے کہ اپنی بھی اصلاح ہو، ہمسایہ کی بھی اصلاح ہو اور اپنے وطن اور اپنے براعظم اور تمام دنیا کے لوگوں کی اصلاح ہو۔ دنیا کے سب انسانوں کا گند اُٹھانا اور میل کو دُور کرنا ہمارا کام ہے۔ اگر دنیا ہمیں اس کام میں مشغول رہنے دے اور حکومتیں اور بادشاہتیں اپنے پاس رکھے تو ہم سمجھیں گے کہ اس خدمت کا موقع دے کر اس نے ہمیں بادشاہت اور حکومت دے دی ہے۔ کیونکہ قرآن کریم کی تعلیم کے پھیلے بغیر دنیا میں امن قائم نہیں ہو سکتا۔ ہمارے آقا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہی ہیں اصل حکومت انہی کی ہے۔ وہ قلعہ جس میں دنیا کو امن مل سکتا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ہی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام تو صرف اس کا دروازہ کھولنے والے ہیں۔ دنیا اس امن کے قلعہ سے ناواقف تھی اور اس امن کے حصار سے باہر تھی اور اسی جگہ کھڑی تھی جہاں اسے درندے کھانے والے تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے آکر اس حصارِ امن کے

دروازے کھول دیئے۔ پس بادشاہت اسی آقا کی ہے جو قرآن کریم دنیا میں لایا اور ہم سب بشمولیت حضرت مسیح موعود علیہ السلام اسی آقا کے خادم ہیں۔ اگر ہم اپنے حقِ خدمت کو دیانتداری سے ادا کریں اور وہ فرض سرانجام دیں جو خدا تعالیٰ نے ہمارے ذمہ لگایا ہے تو خدا تعالیٰ کے حضور عزت کے مستحق ہوں گے۔ لیکن اگر ہم اسے ادا نہ کر سکیں تو خدا تعالیٰ ہم پر رحم کرے۔ کیونکہ دنیا نے تو ہمیں دھتکار دیا اگر خدا تعالیٰ بھی دھتکار دے تو ہمارا ٹھکانا کہاں ہو گا۔

پس یہ نیا سال جو شروع ہوا ہے اس میں مَیں نے صلح کی آواز بلند کی ہے۔ ہر احمدی کا فرض ہے کہ اسے ہر ملک ہر شہر ہر گاؤں ہر گھر بلکہ ہر ایک کمرہ اور ہر ایک آدمی تک اسے پہنچائے تا یہ دنیا کے کونہ کونہ میں پہنچ جائے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے صلح کا شہزادہ قرار دیا ہے۔ اور ہم بھی جو آپ کی روحانی اولاد ہیں صلح کے شہزادے ہیں۔ جو اولاد باپ کی صورت پر نہ ہو وہ اس کے نطفہ سے نہیں سمجھی جاتی۔ پس ہر احمدی جو صلح کا شہزادہ بننے کی کوشش نہیں کرتا وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا سچا خادم نہیں۔ اور آپ کی روحانی اولاد نہیں۔ اس کے ساتھ یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ صلح سے میری مراد وہ صلح نہیں جو عقائد کو قربان کر کے کی جائے۔ جو خدا تعالیٰ نے سمجھایا ہے اس پر قائم رہنا ہر ایک کا فرض ہے۔ گو ہم کمزور ہیں، گو ہم میں سے بعض کے لئے دکھوں کی برداشت مشکل ہوتی ہے مگر ہم خدا تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ ہمیں ایسا ایمان بخشے کہ اگر ہمارا ذرہ ذرہ آروں سے چِیر دیا جائے اور ہماری ہڈیاں ہتھوڑوں سے توڑ دی جائیں پھر بھی ہم ایمان کو نہ چھوڑیں اور ہماری زبانوں پر اُسی کا نام ہو۔ پس ہم وہ صلح چاہتے ہیں جو امن واطمینان کا موجب ہو مگر جس میں حریتِ ضمیر قائم رہے۔

مجھے یاد ہے حضرت خلیفہ اول کے زمانہ میں ایک دفعہ شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی میرے پاس آئے اور کہا کہ خواجہ کمال الدین صاحب صلح کرنا چاہتے ہیں اور اس غرض کے لئے انہوں نے مجھے آپ کے پاس بھیجا ہے کہ آپس میں صلح ہو جائے۔ یہ خلیفہ اول کا زمانہ تھا۔ خواجہ صاحب ابھی ولایت نہ گئے تھے اور مسئلہ خلافت کے بارہ میں اختلاف پیدا ہونا شروع ہو

گیا تھا۔ شیخ صاحب نے مجھے کہا کہ یہ بڑی اچھی بات ہے اور صلح کا عمدہ موقع ہے ان کے اپنے دل میں یہ خواہش پیدا ہوئی ہے ضرور صلح کر لینی چاہیے۔ میں نے کہا شیخ صاحب! صلح واقعی بہت اچھی چیز ہے میں بھی بہت خوش ہوں گا اگر جھگڑا مٹ جائے۔ مگر شیخ صاحب اگر تو جھگڑا کسی دنیوی امر کے بارہ میں ہے تو آپ خواجہ صاحب کو جا کر کہیں کہ وہ جو کچھ بھی لکھ دیں گے میں اُس پر دستخط کر دوں گا اور مان لوں گا۔ لیکن اگر اختلاف مذہبی عقائد کا ہے تو چاہے زمین و آسمان ٹل جائیں میں جب تک ایک عقیدہ کو درست سمجھتا ہوں اُسے ہرگز چھوڑنے کے لئے تیار نہ ہوں گا۔ تو صلح وہی ہے جو خدا تعالیٰ سے صلح کرا دے۔ یوں تو ہمارے پاس کوئی ریاست بھی نہیں لیکن اگر بادشاہتیں بھی ہوں تو ہم ان کو بڑی خوشی سے چھوڑ دیں گے لیکن وہ عقیدہ ہرگز نہ چھوڑیں گے جس پر خدا تعالیٰ نے ہمیں قائم کیا ہو۔

پس میں اپنی طرف سے دنیا کو صلح کا پیغام دیتا ہوں۔ میں انگلستان کو دعوت دیتا ہوں کہ آؤ اور ہندوستان سے صلح کر لو۔ اور میں ہندوستان کو دعوت دیتا ہوں کہ جاؤ اور انگلستان سے صلح کر لو۔ اور میں ہندوستان کی ہر قوم کو دعوت دیتا ہوں اور پورے ادب و احترام کے ساتھ دعوت دیتا ہوں بلکہ لجاجت اور خوشامد سے ہر ایک کو دعوت دیتا ہوں کہ آپس میں صلح کر لو۔ اور میں ہر قوم کو یقین دلاتا ہوں کہ جہاں تک دنیوی تعاون کا تعلق ہے ہم ان کی باہمی صلح اور محبت کے لئے تعاون کرنے کو تیار ہیں۔ اور میں دنیا کی ہر قوم کو یہ یقین دلاتا ہوں کہ ہم کسی کے دشمن نہیں۔ ہم کانگرس کے بھی دشمن نہیں۔ ہم ہندو مہاسبھا والوں کے بھی دشمن نہیں۔ مسلم لیگ والوں کے بھی دشمن نہیں۔ اور زمیندارہ لیگ والوں کے بھی نہیں اور خاکساروں کے بھی دشمن نہیں۔ اور خدا تعالیٰ جانتا ہے کہ ہم تو احراریوں کے بھی دشمن نہیں ہیں۔ ہم ہر ایک کے خیر خواہ ہیں اور ہم صرف ان کی ان باتوں کو برا مناتے ہیں جو دین میں دخل اندازی کرنے والی ہوتی ہیں ورنہ ہم کسی کے دشمن نہیں ہیں۔ اور ہم سب سے کہتے ہیں کہ ہمیں چھوڑ دو کہ ہم خدا تعالیٰ کی اور اس کی مخلوق کی خدمت کریں۔ ساری دنیا سیاسیات میں اُلجھی ہوئی ہے اگر ہم چند لوگ اس سے علیحدہ رہیں اور مذہب کی تبلیغ کا کام کریں تو دنیا کا کیا نقصان ہو جائے گا۔ ہم سیاسیات میں ہرگز دخل دینا نہیں چاہتے۔ احرار سے ہمارے اختلاف کی بنیاد

تحریکِ کشمیر ہی تھی۔ مگر اس میں مَیں نے صرف اس لئے حصہ لیا تھا کہ اہلِ کشمیر انسانی حقوق سے محروم تھے۔ لارڈ ولنگڈن نے مجھے کہا کہ آپ کی جماعت مذہبی ہے آپ سیاسیات میں کیوں حصہ لیتے ہیں؟ تو مَیں نے ان سے کہا کہ ہم سیاسیات میں حصہ نہیں لیتے جب تک اہلِ کشمیر کا مطالبہ انسانی حقوق حاصل کرنے کا ہے میں اس تحریک میں حصہ لوں گا۔ اور جب یہ حقوق ان کو مل گئے تو میں اس میں حصہ لینا چھوڑ دوں گا۔ میرے پاس بعض اور ریاستوں کی طرف سے بھی آدمی آئے۔ بعض رؤساء کے آپس میں جھگڑے تھے۔ بعض کی طرف سے میرے پاس آدمی آئے کہ ہمارے پاس فلاں فلاں سامان موجود ہیں جو ہم آپ کو دیں گے آپ کے کام کرنے والے آدمیوں کے اخراجات بھی دیں گے آپ تحریک چلائیں۔ مگر میں نے انہیں یہی جواب دیا کہ میں تو کفر مار ہوں ریاست مار نہیں ہوں۔ میں نے تو کشمیر کی تحریک میں اگر ہاتھ ڈالا ہے تو صرف اس لئے کہ اہلِ کشمیر ابتدائی انسانی حقوق سے بھی محروم ہیں۔ جب یہ حقوق ان کو مل گئے تو کسی سیاسی تحریک سے میرا کوئی واسطہ نہ ہو گا۔ مگر بعض لوگوں نے سمجھا کہ شاید یہ سیاسیات کے میدان میں آگئے ہیں اور ان کی لیڈریاں خطرہ میں ہیں۔ حالانکہ یہ بات نہ تھی۔ ہمارا سیاسیات سے کوئی واسطہ نہیں یہ تو صرف ابتدائی انسانی حقوق کے حصول کا سوال تھا جس کے لئے میں نے کشمیر کی تحریک میں حصہ لیا۔ اور اہلِ کشمیر کو بہت سے حقوق مل بھی گئے اور ابھی باقی ہیں اور میں امید کرتا ہوں کہ بغیر اس کے کہ اللہ تعالیٰ کوئی اَور رَو چلائے مہاراجہ صاحب خود ہی انصاف سے کام لیتے ہوئے یہ حقوق اپنی رعایا کو دے دیں گے۔ ایک تو مذہب کی تبدیلی کا حق ہے جو ملنا چاہیے۔ یہ بعض اور ریاستوں میں بھی نہیں۔ مگر یہ بہت ہی ناواجب بات ہے یہ گویا حریتِ ضمیر میں دخل اندازی ہے اور انسانیت کو کچلنے والی بات ہے۔ اور میں امید کرتا ہوں کہ مہاراجہ صاحب کشمیر خود ہی اپنی نیکی اور صلاحیت کو استعمال میں لاتے ہوئے یہ حق اپنی رعایا کو دے دیں گے۔

اور دوسری بات یہ ہے کہ وہاں ذبیحہ گاؤ پر بہت شدید سزا دی جاتی ہے اس جرم کی جو سزا وہاں مقرر ہے وہ حد سے زیادہ ہے۔ اس میں بھی اول تو منسوخی ورنہ کم سے کم نرمی کا پہلو انہیں اختیار کرنا چاہیے۔ تا جو لوگ بعض دفعہ مجبوریوں کے ماتحت ایسا کرتے ہیں سخت سزا

پانے سے محفوظ رہیں۔

بہر حال یہ احرار کی غلطی تھی کہ انہوں نے سمجھا کہ میں سیاسیات کے میدان میں آنا چاہتا ہوں۔ ہمارا سیاسیات سے کوئی تعلق نہیں۔ یہ کام کانگرس، احرار، مسلم لیگ، زمیندارہ لیگ، خاکساروں اور دوسری جماعتوں کو مبارک ہو۔ ہم اپنے حال میں خوش ہیں اور سوائے تبلیغی کام کے ہمیں کسی اور طرف متوجہ ہونے کی ضرورت نہیں۔ پس میں ہر ایک قوم سے یہی کہتا ہوں کہ ہمیں کسی سے کوئی عِناد نہیں، کوئی دشمنی نہیں اور کوئی بُغض نہیں۔ میں نے بارہا کہا ہے اور اب پھر کہتا ہوں کہ میں نے اپنے دل کو کئی بار ٹٹولا ہے اور دیکھا ہے کہ ہمارے سلسلہ کے سب سے دیرینہ مخالف مولوی ثناء اللہ صاحب ہیں۔ کیا میرے دل میں ان کی عداوت ہے؟ مگر خدا تعالیٰ جانتا ہے کہ مَیں نے اپنے دل میں ان کے لئے بھی کوئی عداوت محسوس نہیں کی۔ میں نے آج تک ہر ایک کی عداوت سے اپنے آپ کو بچایا ہے۔ میں کسی کا بھی دشمن نہیں گو ساری دنیا میری دشمن ہے۔ مگر مجھے اس کی کوئی پروا نہیں۔ اس میں میرے لئے خدا تعالیٰ کے عفو اور غفران کی علامت ہے کیونکہ جو کسی کا دشمن نہ ہو پھر بھی اُس سے دشمنی کی جائے تو خدا تعالیٰ اس کے گناہوں کے بخشنے کے لئے تیار ہوتا ہے۔

تو میں نے کہا ہے کہ سیاسیات سے ہمارا کوئی تعلق نہیں مگر صلح کی بات سیاسیات سے نہیں بلکہ اخلاقیات سے تعلق رکھتی ہے اور ہر احمدی کا فرض ہے کہ مختلف اقوام میں صلح کرانے کی کوشش کرے اور جو لوگ ایسے مقام پر ہیں کہ ان کو کوئی عزت حاصل ہے وہ اگر سمجھتے ہیں کہ ایسا کرنے سے ان کی عزتیں جاتی رہیں گی تو میں ان سے کہوں گا کہ خدا کے لئے ان عزتوں کو جانے دو۔ جب تک تم ان عزتوں کو نہ چھوڑو گے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی کھوئی ہوئی عزت واپس نہیں آسکتی۔ اگر تم بھی دنیا کے کاموں میں لگ گئے تو یہ کام کون کرے گا۔ اگر تم میں سے کوئی ڈسٹرکٹ مسلم لیگ کا صدر نہ بنے تو اور ہزاروں ہیں جو بڑے شوق سے بن جائیں گے۔ اگر تم میں سے کوئی زمیندارہ لیگ کا سیکرٹری نہ بنے تو اور ہزاروں لوگ ہوں گے جو اس پر اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہیں گے اور اس میں اپنے لئے بہت بڑی عزت اور فخر محسوس کریں گے۔ لیکن اگر تم ان کاموں میں لگ گئے تو خدا و رسول (صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ)

کا کام کون کرے گا۔ پس ان عزتوں کو جو دنیا کی چند روزہ عزتیں ہیں جانے دو۔ تا محمد (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی کھوئی ہوئی عزت واپس آئے۔ آخر اِس دنیا کی زندگی اگلے جہان کی زندگی کے مقابلہ میں حقیقت ہی کیا رکھتی ہے کہ کوئی خیال کرے کہ اگر اس دنیا میں مجھے عزت نہ ملی تو میری زندگی برباد ہو جائے گی۔ اِس دنیا کی زندگی اور اگلے جہان کی زندگی میں اتنی نسبت بھی تو نہیں جتنی کہ ایک آدمی اپنی پچاس ساٹھ سالہ عمر میں ایک دفعہ پاخانہ جاتا ہے اور وہاں پاخانہ پونچھتا اور اسے دھوتا ہے۔ کیا یہ وقت جو پاخانہ صاف کرنے اور دھونے پر لگاتا ہے اس کی وجہ سے وہ کہہ سکتا ہے اس کی زندگی برباد ہو گئی؟ اس دنیا کی زندگی آخرت کی غیر محدود زندگی کے مقابلہ میں اتنی بھی حیثیت نہیں رکھتی جتنی کہ ایک آدمی کی زندگی میں ایک دفعہ پاخانہ جانے میں جو وقت صَرف ہوتا ہے۔ پس اگر اس زندگی میں خدا تعالیٰ کے لئے کسی کو کسی عزت سے محروم بھی رہنا پڑے تو اس میں گھبراہٹ کی کوئی وجہ نہیں۔ گھبراہٹ اسی وجہ سے ہوتی ہے کہ اگلی زندگی پر ایمان نہیں ہوتا۔ اس غیر محدود زندگی کے مقابلہ میں چالیس یا پچاس سال کی زندگی کی حیثیت تو اتنی بھی نہیں جتنا کہ ایک دفعہ آدمی کا طہارت کرنے پر وقت صَرف ہوتا ہے۔ اور یہ وقت بادشاہ بھی صَرف کرتے ہیں اور غلام بھی۔ پھر اگر اس دنیا میں عزتیں نہ ملیں تو کیوں کوئی یہ خیال کرے کہ اس کی زندگی برباد ہو گئی۔

میں خدام الاحمدیہ سے بھی اور انصار اللہ سے بھی یہ کہتا ہوں کہ میں نے ان کو سیاسیات سے الگ رہنے کا حکم دیا ہوا ہے مگر یہ آواز جو میں نے بلند کی ہے اس کا سیاسیات سے کوئی تعلق نہیں بلکہ اخلاقیات سے ہے۔ پس وہ جہاں بھی جائیں اور جہاں بھی انہیں موقع ملے اس آواز کو دہرائیں اور ہر قوم کے لوگوں سے یہی کہیں کہ صلح کر لو۔ محبت کے ساتھ اپنے اختلافات طے کر لو۔ کانگرس، مسلم لیگ، ہندو مہاسبھا، زمیندارہ لیگ، اکالی، خاکسار سب کے لئے ان کے پاس یہی الفاظ ہوں اور وہ سب کو یہی کہیں کہ آپس کے جھگڑے محبت کے ساتھ طے کر لو۔ اور ایک دوسرے کے ساتھ صلح کر لو اور پھر ہمیں چھوڑ دو کہ ہم تبلیغ دین کا کام کریں۔ اس مضمون کا دوسرا حصہ بھی ہے مگر اب وقت اتنا ہو گیا ہے کہ اگر میں نے فوراً

نماز نہ پڑھائی تو عصر کا وقت ہو جائے گا اس لئے میں اس خطبہ کو اسی پر ختم کرتا ہوں۔ اس کا دوسرا حصہ اگر خدا تعالیٰ نے توفیق دی اور زندہ رہا تو انشاء اللہ اگلے جمعہ میں بیان کروں گا"۔

(الفضل مورخہ 17 جنوری 1945ء)

1: يٰٓاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ (المائدۃ: 68)

2: القصص: 47

3: غنیم: لٹیرا، ڈاکو، دشمن